

ARGUING THE JUST WAR IN ISLAM

by John Kelsay

# جہادی استدلال

جون کیلزے

ترجمہ: تو قیر عباس



مشعل

# جہادی استدلال

جون کیلزے

ترجمہ: تو قیر عباس

مشعل بکس

آر-بی 5، سینٹ فلور، عوامی کمپلیکس

عثمان بلاک، نیو گارڈن ٹاؤن، لاہور۔ 54600، پاکستان

# جہادی استدلال

جون کیلے

ترجمہ: تو قیر عباس

کاپی رائٹ اردو © 2013 مشعل بکس  
کاپی رائٹ انگریزی © 2007 پریزیڈنٹ اور فیلو ہارورڈ کالج

ناشر: مشعل بکس

آر-بی-5، سینٹر فلور،

عوامی کمپلکس، عثمان بلاک، نیو گارڈن ٹاؤن،

لاہور 54600، پاکستان

فون فیکس: 042-35866859

Email: mashbks@brain.net.pk

<http://www.mashalbooks.org>

پرنٹر: بی پی ایچ پرنٹرز، لاہور

قیمت: 440/- روپے

## فہرست

|     |  |
|-----|--|
| 6   | تعارف                                    |
|     | <b>باب اول</b>                           |
| 11  | ذرائع                                    |
|     | <b>باب دوم</b>                           |
| 43  | شرعی استدلال                             |
|     | <b>باب سوم</b>                           |
| 91  | ما قبل اسلام میں سیاست، اخلاقیات اور جنگ |
|     | <b>باب چہارم</b>                         |
| 115 | مسلم مزاحمت اور اسلامی روایت             |
|     | <b>باب پنجم</b>                          |
| 144 | عسکری عمل اور سیاسی مجاز شخصیت           |
|     | <b>باب ششم</b>                           |
| 187 | مسلم بحث اور دہشت گردی کی جنگ            |

MashaiBooks.org

MashaiBooks.org

## تعارف

18 جون 2005ء کو جارج ڈبلیو بُش نے امریکی ریاست نارتھ کیرولینا کے شہر فورٹ بریگ میں معین ملٹری اہلکاروں سے خطاب کیا۔ چونکہ یہ خطاب ٹیلی ویژن پر بھی نشر ہوا، اس لیے یہ خطاب امریکی قوم اور پوری دنیا سے تھا۔ خطاب کا موضوع عراقی پالیسی تھا۔ صدر نے اس بات پر زور دیا کہ یہ جنگ ایک بہت بڑے تناظر کا حصہ ہے۔ ریاست ہائے متحدہ امریکہ اور اس کے اتحادی، گلوبل وارلٹر ہے تھے۔ یہ جنگ آزادی اور آزادی کی افزائش و حفاظت کے لیے وقف جمہوری ریاستوں اور ان تحریکوں کے درمیان ہے جو آزادی کی تمام کوششوں کو سبوتاً ہ کرنے کا عزم رکھتی ہیں۔ یوں اس جنگ کی ایک نظریاتی جہت بھی بنی ہے۔ غیر جمہوری قوتوں نے سب سے پہلے 11 ستمبر 2001ء میں امریکہ اور اس کے اتحادیوں پر دھماکا بول دیا تھا۔ یوں جنگ امریکہ کے گھر تک آپنی تھی۔ اور اس کے ساتھ یہ پیغام بھی تھا کہ دنیا میں کچھ ایسے لوگ بھی ہیں جو امریکہ اور اس کی اقدار سے نفرت کرتے ہیں۔ وہ نہ صرف ان اقدار کی افزائش میں مزاحم ہونے کا عزم رکھتے ہیں بلکہ امریکی وقت اور مفادات پر بھی ضرب لگانا چاہتے ہیں۔

جون 2005ء میں امریکی صدر نے بیان دیا کہ عراق اس جدوجہد کا مرکز بن چکا ہے اور اسامة بن لادن کی بات کو دھرا یا کہ عراق میں تیسری عالمی جنگ ہو رہی ہے۔ اور پوری دنیا اس کی ناظر ہے۔ یہ جدوجہد فتح و ٹکست یا عظمت و ذلت پر منحصر ہو گی۔

صدر بُش نے عراقی جنگ کا نقشہ کھینچنے کے ساتھ ساتھ ان عالمی کوششوں کی نظریاتی اصطلاحات میں تصویر کی جو قتل و غارت، تباہی و بر بادی پھیلانے والے عناصر کے خلاف

کی جا رہی تھیں۔ لیکن جمہوریت اور آزادی کے دشمنوں کے پُر نفرت نظریے کو کوئی نام نہ دیا۔ لیکن اگست 2006ء میں صدر بیش نے اسلامی فرطائیوں کا ذکر کیا۔ اسامہ بن لادن اور اس قسم کی ذہنیت رکھنے والے لوگوں کے پیش کردہ نظریات کے مجموعے کوئی ناموں سے پکارا جاتا رہا۔ کبھی اسے بن لادن از م، اسلامی فرطائیت، طالبانیت، جہادیت کا نام دیا گیا اور کبھی بنیاد پرست اور عسکریت پسند کہا گیا۔

1998ء میں کینا اور تزانیہ میں امریکی سفارت خانے پر 2000ء میں سعودی عرب میں امریکی فوجیوں پر، 11 ستمبر 2001ء کو پینٹا گون اور ولڈر پریسٹ سنتر پر، مارچ 2003ء میں عراق میں امریکی الہکاروں پر، 11 مارچ 2004ء کو میڈرڈ کی سفری سہولیات اور 7 جولائی 2005ء کو لندن کی سفری سہولیات پر حملے کرنے والے لوگوں کا نظریہ جو بھی تھا اسے اسلام پسندی سے جوڑا جاتا ہے۔ حملہ کرنے والے مسلمان تھے اور مسلمان ہیں۔ اہم بات یہ ہے کہ صدر کی تقریر کے متن اور اس کتاب کے متن میں، لوگ جب بھی اپنے کیے کا جواز پیش کرتے ہیں وہ اسلامی ذرائع کا حالہ دیتے ہیں اور اسلامی اصطلاحات میں بات کرتے ہیں۔ بہت سے یورپی اور امریکی، صدر کی بیان کردہ گلوبل وارکی دلیل دیتے ہوئے کہتے ہیں کہ اس جنگ کی بطور نظریاتی جنگ، درست اور اچھی طرح تشریح نہیں ہوتی۔ بہتری ہی ہے کہ اسے مذہبی جنگ سمجھا جائے۔

صدر کے کئی حماقی اور عیسائی ان واقعات کو عیسائی اور مسلم تہذیبوں کا تصاصم قرار دیتے ہیں۔ وہ اس جنگ کوتار کی اور روشنی، حُسن اور شیطان کے چیزوں کی جنگ سمجھتے ہیں۔ نائیں الیون کے فوری بعد جب صدر نے کہا تھا کہ اسلام کا مطلب سلامتی اور امن ہے اور جن لوگوں نے حملے کیے ہیں انہوں نے اسلام کو یغماں بنالیا ہے، تو فرمائکن گراہم (Franklin Graham)، چارلس کولسون (Charles Colson)، جیری فالول (Jerry Falwell) اور جیری وائز (Jerry Vine) جیسے عیسائیوں نے صدر کو غلط کہا تھا۔ کیونکہ ان کے اور ان کے پیروکاروں کے نزدیک اسلام کا مطلب ”ایک غلط مذہب“ ہے۔ اور خاص طور پر اس پُر تشدیخ حالت میں لازمی طور پر جہالت سے عبارت ہے۔ وہ تبصرہ نگار جو ذرا کم مذہبی ہیں، وہ تہذیبوں کے تصاصم جیسی اصطلاحات میں بات کرتے ہیں۔ لیکن ان کے ہاں بھی اسلام کا مطلب وہی رہتا ہے جو دیگر عیسائی سمجھتے ہیں۔ بہت سے لوگ تو اسامہ بن لادن اور اس سے تعلق رکھنے والے افراد کے بیانات سے استفادہ کرتے ہیں، جب

وہ کہتے ہیں کہ نائیں ایلوں کے حملے، اسلامی روایات میں، ہرگز غلط نہیں تھے۔، وہ محمدؐ کے سچے پیر دکار تھے۔ وہ لوگ جو القاعدہ جسی پالیسیوں کو اسلام سے الگ کرنے کی کوشش کرتے ہیں انہیں نمائش مسلمان کہا جاتا ہے۔ کمزور یقین ناقابل اعتبار کہا جاتا ہے۔ اس کتاب کا مقصد القاعدہ اور دیگر جنگجوگروپوں کے مذہبی پس منظر کی باقاعدہ وضاحت ہے۔

جو لوگ یہ کہتے ہیں کہ نائیں ایلوں کے حملوں سے اور عراقی باغیوں کی صفائحی اور چالوں سے اسلام کا کوئی تعلق نہیں ہے، اس کتاب سے ان کی کوئی تسلیم نہیں ہوگی۔ حقائق تو بہت سادہ اور واضح ہیں۔ اسماعیل بن لاون، ایکن الظواہری اور دیگر جنگجوگروپ اسلامی روایات کے مدعای اور اعمال کی پیروی کا دعویٰ کرتے ہیں۔

القاعدہ رہنماؤں کے بیانات وہ کاوشیں ہیں جن سے وہ اپنے اعمال کو فقة، اصول قانون اور شرعی جواز سے درست اور جائز سمجھتے ہیں۔ شریعت کا مدعای تو وہ نظریات ہیں جو اسلام میں بہت بنیادی نوعیت کے ہیں۔ لازمی طور پر شریعت عقیدے اور ایمان سے سروکار رکھتی ہے، جو زندگی گزارنے کا ایک طریقہ ہے اور ایک ایسا راستہ ہے جو نہ صرف اس دنیا میں بلکہ الگی دنیا میں بھی مسرتوں سے ہمکنار ہے۔ اسلامی روایات کے مطابق زندگی کو باضابطہ بنانے کے تمام طریقے یکساں نہیں ہیں۔ ان کے مطابق ہر ذی روح خدا کی طرف سے آیا ہے اور اسی کی طرف لوٹ جائے گا اور انسان کو خدا کی احکامات کی حدود میں زندگی گزارنی چاہیے۔

اسلامی روایت اور عسکریت پسندوں کا گہرا گھڑ جوڑی اصل کہانی نہیں ہے بلکہ وہ لوگ جو صحیح اسلام اور القاعدہ کی تشریحات میں افتراق پیدا کرتے ہیں ان کے پاس بھی بہت سے دلائل ہیں۔

یہ بات اتنی بھی سادہ نہیں کہ کچھ لوگ معتدل مسلمان ہیں، جو برطانیہ، امریکہ یا دیگر یورپی ممالک کے اچھے شہری بننا چاہتے ہیں۔ اور نہ یہ بات ہے کہ کچھ اسلامی متون بھی ہیں جو القاعدہ اور اس کے ساتھیوں کی کہی باتوں سے مختلف ہوں۔ مثلاً قرآن (5:32) اس بات کی وضاحت کرتا ہے کہ جس کسی نے کسی دوسرے انسان کو بے وجہ قتل کیا اس نے گویا پوری انسانیت کا قتل کیا ہے۔ یہ بات جتنی بھی خوبصورت ہو لیکن القاعدہ کے عسکریت پسندوں کے نظریات کا مقابل نہیں۔ القاعدہ کے رہنماء پنے اعمال کا شرعی دلائل سے جواز فراہم کرتے ہیں، جو فقد کی مدد سے حلال اور جائز ثابت ہو چکے ہیں۔ ان دلائل کے مقابلے میں بھی ایسے دلائل ہونا ضروری ہیں۔

حقیقت یہ ہے کہ آج مسلم امہ سیاسی اخلاقیات پر سنجیدہ بحث میں الجھی ہوئی ہے۔ یہ بحث ان اعمال کی روشنی میں کی جاتی ہے جو اسلامی روایت میں مرکزی حیثیت کے حامل ہیں۔

نائیں الیون کے واقعہ کے بعد عیسائی مبلغین اور بنیاد پرست تہذیب نگار اور دیگر کچھ لوگ دعویٰ کرتے ہیں کہ اسلام بلا امتیاز و افتراق تشدد سے جڑا ہوا ہے۔ جبکہ کچھ عذرخواہ اور شفافیتی نوع پسند مسلمان اس بات پر زور دیتے ہیں کہ اس قسم کے تشدد سے اسلام کا کوئی سروکار نہیں۔ لیکن حقیقت کئی معاملات میں بہت پیچیدہ ہے۔ اسلام ایک زندہ روایت ہے جس کے تحت مردوخاتین پر انی نسلوں کی داشت سے تعلق جوڑتے ہیں اور معاصر زندگی کے درپیش چیلنجز سے ربط پیدا کرتے ہیں۔ اور آسمانی ہدایت پر قناعت کرنے والے طریقوں پر عمل کرتے ہیں۔ شریعت بھی ایک طریقہ ہے اور معاصر مسلمان اسی کے تحت تمام ہجن کرتے ہیں۔

اس کتاب کا ایک اور مقصد، معاصر مسلمانوں میں شرعی اعمال کی وضاحت بھی ہے۔ خاص طور پر عسکریت پسندوں کے دلائل سے متاثر سیاسی اخلاقیات اور مسلح قوتوں پر مباحثت کے ناظر میں بحث کی گئی ہے۔ بحث کی صورت، روایت پسند فقه سے متعلق ہے۔ تمام دلائل کا اچھے برے طریقے سے جائزہ لیا گیا ہے۔ یہ جائزہ اس طرح نہیں جس طرح مختلف حمایتی تاریخی واقعات اور امثلہ کا فائدہ اٹھاتے ہوئے ان کا استعمال کرتے ہیں۔ عسکریت پسندوں اور دیگر مسلمانوں کے درمیان سیاسی نظریات کے افتراق کو وسیع یا تحریری اصولوں، مثلاً مساوات، برابری یا ریاستی شخصیات کو سامنے رکھ کر نہیں سمجھایا جاتا ہے۔ وہ اصول جو فقہ سے متعلق ہیں اور مختلف متون کا حوالہ دیتے ہیں، ان متون کی تشریح اس کہانی سے متعلق مثالوں سے کی جاتی ہے جو مسلمان اپنی روایت کی ابتداء اور ترقی کے بارے میں سناتے ہیں۔ لوگ جس طرح ان متون کی تشریح کرتے ہیں اسی سے روایت کا احترام جھلتا ہے۔ مثال کے طور پر حضرت محمد ﷺ کے سپاہیوں کو احکام، یا نبی آخراں مامُّ کی وفات کے بعد مختلف عرب قبیلوں کے ترک اسلام پر مسلمانوں کے پہلے خلیفہ یا رہنماء حضرت ابو بکر صہبؑ فوجی عمل وغیرہ۔

جنگ سے متعلق مسلمانوں کے دلائل کی فہم کے لیے ان طریقوں کا کافی علم ہونا ضروری ہے، جو وہ اپنے طبقے کی ترقی اور منصہ شہود پر آنے کی داستان بیان کرتے ہوئے استعمال کرتے ہیں۔ اس کہانی کے کچھ بنیادی نویعت کے اجزاء اسلام کیا ہے؟ کے حوالے سے پہلے باب میں بیان کر

دیے گئے ہیں۔ مختلف جو ابادت میں سیاسی اور مذہبی سیاق و سباق دیا ہے جن کی وجہ سے مسلمانوں کے جنگ اور سیاسی اخلاقیات کے دلائل بامتنی بننے ہیں۔

باب نمبر دوم اور سوم میں یہی تاریخی بحث پھیلی ہوئی ہے۔ باب دوم میں فقہ کے لیے مناسب ترین ذرائع کی حدود اور رسائی کو مد نظر رکھتے ہوئے مسلمانوں کے اجماع کی صراحت ہے۔ اس کے ساتھ ان قوانین کی وضاحت بھی ہے جو ثابت شدہ متون کی تشریع میں بروئے کار لائے جاتے ہیں۔ باب سوم میں 750ء اور 1400ء کے درمیان علماء کے سیاسی اور فوجی فتووں کے بارے میں بیان ہے۔ مسلسل چدو جہد کے حوالے سے جہاد کے زیادہ تر احکام اور فتوے اسی عرصے میں جاری ہوئے۔ یہ مسلمانوں کے سیاسی عروج کا زمانہ ہے۔ یہ فتوے معیاری حوالہ جات یا اجتماعی قوانین کا مجموعہ ہیں، جن کی مدد سے آج کا مسلمان خاص قسم کے معاملات کے صحیح یا غلط ہونے کا موازنہ کرتا ہے اور عسکری قوت کے سیاسی استعمال کو درست یا غلط کہتا ہے۔

باب چہارم اور پنجم میں معاصر دلائل اور ان کے نتائج کا بیان ہے۔ باب چہارم میں ان طریقوں کی تفصیل ہے جن کی مدد سے آج کے عسکریت پسند، بہت اچھی طرح سمجھے جاسکتے ہیں کہ یہ پھیلی دو صدیوں میں مختلف مسلمانوں کے ذریعے پروان چڑھنے والی بحث کے نمائندہ ہیں۔

سادہ ترین لکھاؤں میں یہ بحث اتنی ہے کہ اب جبکہ مسلمان طاقتوں اور با اختیار نہیں، ان کا طرز عمل کیا ہونا چاہیے۔

## باب اول

## ذرائع

”اسلام امن کا مذہب ہے۔“

(صدر بیش، 17 ستمبر 2001ء)

”اسلام ایک برآور احمقانہ مذہب ہے۔“

(فرینکن گراہم، 20 سپتامبر 2002ء)

”اسلام، اللہ کے راستے میں جہاد ہے تاکہ اللہ کے حکم اور مذہب کی عمل داری قائم ہو سکے۔“

(اسامة بن لادن، 24 نومبر 2002ء)

درج بالا مختلف بیانات سے واضح ہوتا ہے کہ اسلام ایک بحث طلب نظر یہ ہے۔ 11 ستمبر 2001ء سے ٹیلی ویژن اور ریڈیو کے مذاکروں میں اسلام، جہاد، مسلم، فتوے اور دیگر متعلقہ اصطلاحات باقاعدہ استعمال ہو رہی ہیں۔ سیاست دان، عیسائی مبلغ، مذاکروں کے میزبان اور دیگر لوگ ان اصطلاحات کو بہت آسانی سے استعمال کرتے ہیں، تاہم وہ انہیں اپنے معنوں میں ہی استعمال کرتے ہیں۔ ان اصطلاحات کے استعمال سے علم ہو جاتا ہے کہ مقرر، ان الفاظ کے موجودہ اور تاریخی معنوں کے بجائے سیاسی بحث کے کس مدار میں کھڑا ہے۔ حتیٰ کہ اسامہ بن لادن کا بیان بھی درست نہیں کیونکہ معاصر مسلمان سیاستدان، مبلغ اور مذاکروں کے میزبان اسلام کے معانی کی بہت سی تشریحات کرتے ہیں۔ اس سیاق و سبق میں تو یہی لگتا ہے کہ زبان، جواباً غ کا اہم ذریعہ ہے، وہ بھی رکاوٹ بن سکتی ہے۔

مسلم سیاسی بحث کے کچھ معياری ذرائع کی شاخت سے اس الجھن کو سمجھنا ممکن ہے۔ جو نبی اسلام بطور تہذیب کے عیاں ہوا، محمدؐ اور ابتدائی مسلمانوں کی سوائخ عمری، قرآن میں موجود الہامی تناظر، ادارہ جاتی اور قانونی نشست و برخاست میں بھی ترقی ہوئی۔ جب آج کا مسلمان سیاست پر بات کرتا ہے تو ہر شخص ان قوانین کا حوالہ دیتا ہے جن سے یہی مراد ہوتی ہے کہ اسلام پر عمل کرنے کا کیا مطلب ہے۔ اسلام ایک زندہ روایت ہے جس میں داخل ہو کر لوگ تاریخی خطوط بطور مثال اور موجودہ سیاسی زندگی کے حقائق سے ربط جوڑتے ہیں۔ لوگ جدوجہد کرنے اور اس جدوجہد میں اپنے وسائل صرف کر کے خدا اور ساتھی انسانوں کی طرف سے عاید ذمہ داری کی تکمیل کا مظاہرہ کرتے ہیں۔ اس کام کی تکمیل کے لیے وہ کائنات اور خدا کے بارے میں بنیادی روایات اور عقائد سے مدد لیتے ہیں۔ وہ اپنے موجودہ یا مستقبل کے عمل کے لیے پرانی امثلہ کا حوالہ دیتے ہیں۔ وہ اپنے روابط قدیم طبقات سے جوڑتے ہیں۔ اور پھر دوسروں کو دعوت دیتے ہیں کہ وہ ان کے خدا کی رضا کے بارے میں دعوؤں کا جواب دیں اور جائزہ لیں۔

### بنیادی اصطلاحات

پہلے ہم لغوی معانی کا جائزہ لیتے ہیں۔ اسلام کا مطلب اطاعت ہے۔ معياری عربی حوالہ جات میں اصطلاح جہاں خدا کی اطاعت کی طرف اشارہ کرتی ہے وہاں اسلام اس بات کی دلالت کرتا ہے کہ زندگی کو اس سلیقے سے ترتیب دینا کہ خدا تمام دنیاوں کا آقا ہے اور تم اسی کی طرف سے بھیجے گئے تھے اور اسی کی طرف لوٹا دیئے جاؤ گے۔ مسلمان یہ حوالہ دیتے ہیں کہ جو اطاعت کر لیتا ہے وہ زندگی کو یوں ترتیب دیتا ہے کہ جس میں خدا کی حاکیت کا اقرار ہو۔ اسلام گویا خدا کی اطاعت میں زندگی گزارنے کا طریقہ ہے۔ اس تناظر میں صدر بُش کا اس بات پر زور دینا کہ اسلام کا مطلب امن ہے، کچھ درست لگتا ہے۔ عربی لفظ الاسلام کا مادہ بھی وہی ہے جو لفظ اسلام کا ہے، جس کا مطلب امن اور سلامتی ہے۔

خدا کے اطاعت گزار اور اس کی رضا پر چکنے والوں کو یہ بھی علم ہوتا ہے کہ وہ کون اور کیا ہیں۔ وہ اپنی فطرت کے مطابق اعمال انجام دیتے ہیں، جس کا مقصد اس دنیا اور اگلی دنیا میں سکھ کا حصول ہے۔ اس کا نتیجہ بھی اور معاشرتی سطح پر بھی خوشحالی اور امن ہے۔ اسلام کا نظریہ، جس میں وہ ایمان

لانے والوں اور اپنے اعمال کرنے والوں سے بھلائی اور خیر کا وعدہ کرتا ہے، آج کی دنیا کی ہر قوم کے ہزاروں لاکھوں لوگوں کے لیے باعثِ کشش ہے۔ صرف امریکہ میں مسلمانوں کی تعداد پروٹسٹنٹ عیسائیوں کے برابر ہے۔

خدا کی رضا کی اطاعت کا اصل مادہ کیا ہے؟ یاد گیر الفاظ میں یوں بھی کہہ سکتے ہیں کہ اسلام کیا ہے؟ بہت سے ممکنہ جوابات میں سے میں صرف تین جوابات پر اکتفا کرتا ہوں۔ اسلام میں خدا کی اطاعت کی تعریف یوں ہو سکتی ہے:

1- ایک ایسی مذہبی تحریک جو ساتویں صدی میں رسول اکرمؐ کی زندگی اور کام سے شروع ہوئی۔

2- انسانیت کا فطری مذہب ہے۔

3- دنیا کی عظیم تہذیب کی رہنمائی۔

پہلی تعریف کے مطابق ہم محمدؐ اور اس (ان) کے بیرون کاروں کی داستان پر نظر مرکوز کر سکتے ہیں۔

دوسری تعریف کے مطابق ہم انسان پر، بطور خدا کی مخلوق، اور فطرت کے نظریات پر غور کر سکتے ہیں۔

تیسرا تعریف کے مطابق ہم اسلام کی سیاسی اور ثقافتی اہمیت پر غور کر سکتے ہیں۔ اسلام، جو بطور مذہب شمالی افریقہ سے چاٹنا اور جنوبی مرکزی یورپ سے برصغیر اور ائندونیشیا اور اس سے بھی آگے تک پھیلا ہوا ہے۔

## حضرت محمدؐ کے حالات زندگی

روایات کے مطابق حضرت عبد اللہ کے بیٹے حضرت محمدؐ عالم افیل میں پیدا ہوئے اور یہ 569-70ء کا عرصہ بتاتے ہے۔ مسلمان سوانح نگاروں کی اصطلاحات سے یہ بات واضح ہو جاتی ہے کہ ہم مقدس تاریخ پڑھ رہے ہیں۔ ایسے تمام سوانح نگار، مذہب کی تاریخ کے معروف طریقوں سے رسول خدا کی زندگی کے واقعات لکھتے ہیں۔ عیسائیت، یہودیت اور دیگر دین پر مذہبی روایات کی ملنے والی تحریروں کی طرح دستیاب مواد کو سائنسی طرز کی تاریخ میں نہیں کھلپایا جاتا۔ یہ سائنسی طرز کی تاریخ مختلف جامعات کے شعبہ جات میں انیسویں صدی کے وسط سے لکھی جاتی رہی ہے۔ اس قسم کی سوانح نگاری اشتہار کی طرح ہوتی ہے، جس کا مقصد ایمان اور عقیدے کی تعمیر ہے۔ حضرت

محمدؐ اور اپنے ای مسلمانوں سے متعلق داستان کی وسیع اور کشادہ حدود پر شک کرنے کی کوئی وجہ نہیں، اسی طرح جس طرح حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے متعلق ملنے والی تحریروں پر شک کی کوئی وجہ نہیں۔ لیکن ان تفصیلات کو پس پشت نہیں ڈال سکتے ہیں۔ جب سوانح نگار رسول کریمؐ اور ان کے صحابہ سے متعلق مختلف قصے بیان کرتے ہیں تو ان کا مطلب دنیا میں خدا کے مقاصد کی تفصیل بیان کرنا ہوتا ہے۔ اور یہ کام ہمیشہ شکل رہا ہے، وہ بھی ان معنوں میں کہ سائنسی طرز کی تاریخ چھوڑ کر اس سے دور رہ جانا۔

قدس تاریخ لکھنے کا مقصد محض سوالات کے جواب دینا ہے۔ ابتدائی اور سادہ طریقے سے ہٹ کر نہیں بتایا جاتا کہ یہ واقعات کیسے ہوئے، بلکہ اس بات کی تفصیل کمھی جاتی ہے کہ یہ واقعات کیوں ہوئے۔

حضرت محمدؐ کی سوانح کے حوالے سے مسلمان سوانح نگاروں کا جواب بہت واضح ہے کہ حضرت عبداللہ کے بیٹے حضرت محمد انسانیت کے لیے خدا کے مقاصد پورے کرنے کی غرض سے خلق کیے گئے۔ جس طرح بنی اسرائیل میں حضرت موسیٰ علیہ السلام اور عیسیٰ میں حضرت عیسیٰ علیہ السلام پیدا کیے گئے۔ پس زمانہ جہالت میں خدا جہاز میں عربی بولنے والے قبیلوں کے درمیان ایک نبی بھیج گا اور وہ نبی تمام قبیلوں اور تمام انسانیت کو دین کی دعوت دے گا، جس طرح حضرت موسیٰ علیہ السلام اور حضرت عیسیٰ علیہ السلام نے اپنے اپنے زمانے میں لوگوں کو یمان کی دعوت دی تھی۔

شجرہ نسب کے ساتھ اب تک موجود حضرت محمدؐ کی سوانح عمری سے پتہ چلتا ہے کہ آپ حضرت ابراہیمؐ کی نسل سے مبوث کیے گئے اور یوں آپ کا لازمی طور پر تعلق حضرت آدمؐ سے بھی بنتا ہے، جو پہلے بشر تھے۔ اس کے ساتھ پیغمبروں۔ شاہوں کے۔ قصہ بھی ہیں جن کا لب لباب یہ ہے کہ ان سب کا تعلق رسول خدا کی جائے پیدائش مکہ اور یمن سے بنتا ہے۔ لیکن پانچویں اور چھٹی صدی میں بہت طاقت ور سلطنت تھی۔ ہمیں یہ بھی علم ہو جاتا ہے کہ یمن کے حکمران آخر کار ملک جہشہ (ایتھوپیا) کے زیر تسلط آگئے اور یوں دونوں اتحادی ریاستوں نے مکہ تک اپنی سلطنت بڑھانے کی لگاتار کوشش کی۔ لیکن ہر بار انہیں شکست و ہزیمت اٹھانا پڑی کیونکہ پیغمبرؐ کی جائے پیدائش مکہ کا محافظ خدا تھا۔

ہمیں یہ بھی بتایا جاتا ہے کہ حضرت محمدؐ ہاتھی کے سال میں پیدا ہوئے۔ ہاتھی کے سال کا